Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

The Wisdoms Behind the Multiple Marriages of the Prophet Muhammad ﷺ: A Study in the Light of the Writings of Maulana Ashraf Ali Thanawi and Mufti Muhammad Shafi

تعددِ ازدواجِ نبی ﷺ کی حکمتیں: مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تحریرات کی روشنی میں

Zain Ullah Jan
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan
Email: zainullahjan515@gmail.com

Abstract

The multiple marriages of the Prophet Muhammad ﷺ constitute an important aspect of his blessed life that needs to be understood in the light of his exalted status, noble character, and the divine objectives underlying his actions. This article examines the wisdoms behind the Prophet's ﷺ multiple marriages in the light of the writings of Maulana Ashraf Ali Thanawi (رحمہ اللہ) and Mufti Muhammad Shafi (رحمہ اللہ). It particularly seeks to clarify that the Prophet's ﷺ marital life cannot be appropriately understood through the perspective of ordinary human desires and worldly motives. His noble personality was far above the pursuit of carnal or personal gratification, and his marriages were closely connected with broader religious, social, economic, and communal objectives.

The study highlights the various circumstances and wisdoms associated with the Prophet's ﷺ marriages and demonstrates how they contributed to the welfare and stability of the Muslim community. Among these were the provision of social and economic support and protection to widows, the strengthening of social and tribal relationships, the establishment of bonds of affection and mutual cooperation among different groups, and the advancement of social and religious reform. Moreover, the Prophet's ﷺ household served as an important source of religious knowledge, as his wives played a significant role in transmitting his Sunnah, teachings, domestic practices, and guidance concerning matters that could not readily be known through his public life.

Drawing upon the scholarly insights of Maulana Ashraf Ali Thanawi and Mufti Muhammad Shafi, this article concludes that the Prophet's ﷺ multiple marriages were manifestations of profound wisdom and served diverse religious, social, economic, and educational purposes. A proper understanding of these purposes, together with recognition of the Prophet's ﷺ exalted character and freedom from base desires, provides a balanced framework for appreciating the significance and wisdom of his marital life.

Keywords: Prophet, Multiple Marriages, Views of Molana Ashraf Ali Thanvi and Mufti Muhammad Shafi

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

تمہید

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ انسانی تاریخ میں وہ کامل ترین عملی نمونہ ہے جس میں فرد کی ذاتی زندگی سے لے کر اجتماعی، اخلاقی، معاشی، سیاسی اور روحانی زندگی تک ہر پہلو کی مکمل رہنمائی موجود ہے۔ اسلام نے نبی کریم ﷺ کی ذات کو محض ایک نبی یا مذہبی پیشوا کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کو پوری انسانیت کے لیے "اسوۂ کامل" قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی اہلِ ایمان کے لیے بہترین نمونہ ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1]

ترجمہ: یقیناً تمھارے لیے اللہ کے پیغمبر (ﷺ) (کی زندگی میں) بہترین نمونہ ہے

اس اسوہ میں محض عبادات کی تلقین نہیں بلکہ زندگی کے تمام عملی پہلو شامل ہیں، جیسے کہ صبر، عدل، رحم، قیادت، عفو و درگزر، گھریلو معاملات اور معاشرتی تعلقات۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں روحانیت اور دنیاوی ذمہ داریوں کے درمیان کامل توازن پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتے تھے، اور دوسری طرف معاشرے کی اصلاح، دعوتِ دین، عدل و انصاف کے قیام اور اجتماعی امور کی نگرانی بھی فرماتے تھے۔ یہ توازن انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا عملی معیار فراہم کرتا ہے جس کی مثال کسی اور تاریخی شخصیت میں مکمل طور پر نہیں ملتی۔

اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں انسانی فطرت کے تمام پہلوؤں کو اعتدال کے ساتھ برتا گیا ہے۔ نہ تو دنیا سے مکمل لاتعلقی اختیار کی گئی اور نہ ہی دنیاداری میں حد سے تجاوز کیا گیا، بلکہ ایک متوازن اور فطری نظامِ زندگی کو عملی طور پر قائم کیا گیا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی محض ایک نظریاتی تعلیم نہیں بلکہ ایک عملی نظام ہے جسے انسان اپنی روزمرہ زندگی میں اختیار کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کو "عملی ہدایت" کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ انسان کو محض خیالات نہیں بلکہ واضح عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ جامعیت اس بات کی دلیل ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیت کسی ایک زمانے، قوم یا خطے تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ اسی بنیاد پر آپ ﷺ کی زندگی کو اخلاقی، سماجی اور روحانی اعتبار سے ایک مکمل نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی انفرادی اور اجتماعی شعبہ ہائے حیات کو جامع ہے

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی ہمہ گیری اور جامعیت ہے، جس میں انسان کی انفرادی شخصیت کی تعمیر سے لے کر اجتماعی نظام کے قیام تک ہر پہلو کی مکمل رہنمائی موجود ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کو اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ صرف ایک روحانی یا مذہبی دائرے تک محدود نہیں بلکہ انسانی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

انفرادی سطح پر نبی کریم ﷺ کی سیرت انسان کی اخلاقی تربیت، روحانی پاکیزگی، ذاتی کردار اور عبادات کے نظم و ضبط کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی انفرادی زندگی میں صبر، شکر، توکل، اخلاص، عاجزی اور اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق جیسے اوصاف نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ پہلو انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کو کیسے منظم کرے اور اپنے باطن کو کیسے سنوارے۔

اس کے برعکس اجتماعی سطح پر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ایک مکمل معاشرتی، سیاسی اور عدالتی نظام کی عملی تشکیل پیش کرتی ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے جس ریاست کی بنیاد رکھی، وہ عدل، مساوات، بھائی چارے اور قانون کی بالادستی پر قائم تھی۔ اس نظام میں مختلف طبقات، قبائل اور مذاہب کے لوگوں کے حقوق کو واضح طور پر متعین کیا گیا اور سب کے ساتھ انصاف کا اصول نافذ کیا گیا۔

آپ ﷺ کی اجتماعی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں قیادت اور رہبری کے تمام اصول عملی طور پر موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک ایسی قیادت کا نمونہ پیش کیا جس میں سختی اور نرمی، تدبیر اور توکل، قانون اور رحمت سب ایک متوازن شکل میں موجود ہیں۔ یہ خصوصیت آپ ﷺ کی قیادت کو دنیا کی دیگر قیادتوں سے ممتاز کرتی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہیں پایا جاتا، بلکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ ایک طرف آپ ﷺ راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دوسری طرف دن میں معاشرتی اصلاح اور ریاستی امور سرانجام دیتے تھے۔ یہ ہم آہنگی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام انسان کی زندگی کو تقسیم نہیں کرتا بلکہ اسے ایک مربوط اور متوازن نظام عطا کرتا ہے۔

گھریلو زندگی کے متعلق اسلام کی ہدایات نہ ہوتیں تو اسلام کی جامعیت متاثر ہوتی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی، خاندانی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ اگر اسلام میں گھریلو زندگی سے متعلق واضح، تفصیلی اور عملی ہدایات موجود نہ ہوتیں تو اس کے نظامِ حیات کی ہمہ گیری اور جامعیت متاثر ہو جاتی، کیونکہ انسانی زندگی کا سب سے بنیادی اور عملی دائرہ گھر اور خاندان ہی ہے۔ گھریلو زندگی انسانی معاشرے کی پہلی اکائی ہے۔ فرد کی تربیت، اخلاق تشکیل اور شخصیت کی تعمیر کا آغاز اسی دائرے سے ہوتا ہے۔ اگر اس بنیادی اکائی میں رہنمائی موجود نہ ہو تو معاشرے کی عمارت کمزور بنیادوں پر قائم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے گھریلو زندگی کے ہر پہلو کو واضح اصولوں کے

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

تحت منظم کیا ہے، جیسے میاں بیوی کے حقوق و فرائض، اولاد کی تربیت، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور خاندانی ذمہ داریوں کی ادائیگی۔

اسلام کی تعلیمات میں گھریلو نظام کو محض ایک سماجی ضرورت نہیں بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری کے طور پر پیش کیا گیا ہے[2]۔ نکاح کے ذریعے دو افراد کے درمیان جو رشتہ قائم ہوتا ہے، اسے اسلام نے محبت، رحمت اور سکون کا ذریعہ قرار دیا ہے، تاکہ خاندان ایک پرسکون اور متوازن اکائی بن سکے چنانچہ ارشاد ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةًؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ[3]

ترجمہ: اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

اگر اسلام اس شعبے میں رہنمائی فراہم نہ کرتا تو انسان اپنی خواہشات، سماجی رسم و رواج اور مختلف تہذیبی تجربات کے رحم و کرم پر ہوتا، جس کے نتیجے میں خاندانی نظام میں عدم توازن، اخلاقی انحطاط اور سماجی انتشار پیدا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اسلام کی دی ہوئی ہدایات نے نہ صرف خاندان کو ایک مضبوط ادارہ بنایا بلکہ معاشرے کو بھی استحکام بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام حیات میں گھریلو زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اسی سے فرد کی اخلاقی اصلاح اور معاشرے کی اجتماعی صحت وابستہ ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو اسلام کی جامعیت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ انسان کی نجی اور گھریلو زندگی کو بھی منظم نہ کرتا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی خواہشاتِ نفسانی کے غبار سے ہمیشہ پاک رہی ہے

رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک نمایاں اور متفقہ پہلو یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی نفسانی خواہشات، ذاتی اغراض اور دنیوی حرص و ہوا سے بالکل پاک و صاف تھی۔ آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپ کی تمام سرگرمیاں، خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، ہمیشہ ایک اعلیٰ اخلاقی مقصد اور وحیِ الٰہی کی رہنمائی کے تابع رہیں چنانچہ قرآنِ کریم میں رسول اکرم ﷺ کی گذشتہ زندگی کی پاکیزگی کا بیان ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[4]

ترجمہ: میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی) ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا بھلا تم سمجھتے نہیں؟

بعثت سے قبل بھی آپ ﷺ کی شخصیت عرب معاشرے میں صداقت، امانت اور پاکیزگی کے حوالے سے ممتاز تھی۔ اہلِ مکہ آپ ﷺ کو ''الصادق الامین'' کے لقب سے جانتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے:

فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ[5]

ترجمہ: تو یہ لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

جو اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی ذاتی مفادات اور اخلاقی انحراف سے محفوظ تھی۔ اگر آپ ﷺ کی شخصیت میں کوئی نفسانی یا اخلاقی کمزوری ہوتی تو مخالفین یقیناً اس کو بطور اعتراض پیش کرتے، لیکن تاریخی طور پر ایسا کوئی مضبوط اعتراض ثابت نہیں ہوتا۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ کی زندگی مکمل طور پر وحی الٰہی کے تابع ہو گئی۔ قرآنِ مجید نے متعدد مقامات پر یہ حقیقت واضح کی کہ نبی کریم ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ ان کی رہنمائی وحی کی بنیاد پر ہوتی ہے [6]۔ اس سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عملی زندگی بھی انسانی خواہشات کے تابع نہیں بلکہ ایک الٰہی نظام کے تحت تھی۔

آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی بھی اسی اصول کا حصہ ہے۔ اگر انسانی فطرت کے عام معیار کو دیکھا جائے تو ایک شخص کی ازدواجی زندگی اکثر ذاتی میلان یا نفسانی رجحانات سے متاثر ہو سکتی ہے، لیکن رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کا تاریخی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اس میں اکثر نکاح ایسے تھے جن کا تعلق معاشرتی، تعلیمی اور اصلاحی مقاصد سے تھا، نہ کہ ذاتی خواہشات سے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں سادگی، قناعت اور زہد کا پہلو اس دعوے کو مزید تقویت دیتا ہے کہ آپ ﷺ کا طرزِ حیات نفسانی آسائشوں اور دنیوی رغبتوں سے بلند تھا۔ اگر مقصد محض ذاتی لذت یا آرام ہوتا تو آپ ﷺ کی زندگی میں دنیاوی آسائشوں اور راحت کے مظاہر نمایاں ہوتے، لیکن اس کے برعکس آپ ﷺ کی زندگی صبر، خدمت اور ذمہ داریوں سے بھرپور نظر آتی ہے۔

یہ تمام تاریخی اور اخلاقی شواہد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیت خواہشاتِ نفس کے تابع نہیں تھی بلکہ ایک اعلیٰ روحانی اور اخلاقی معیار کی حامل تھی، جس میں ہر عمل ایک حکیمانہ اور اصلاحی مقصد رکھتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اخلاقی پاکیزگی کی گواہی ان کے دشمنوں نے بھی دی ہے

رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ ان کی اخلاقی پاکیزگی اور کردار کی بلندی صرف مسلمانوں ہی کی شہادت تک محدود نہیں بلکہ مخالفین اور دشمنانِ اسلام نے بھی مختلف مواقع پر اس کا اعتراف کیا ہے۔ تاریخِ سیرت کا مطالعہ یہ بات واضح کرتا ہے کہ شدید ترین مخالفت کے باوجود بھی کسی معتبر تاریخی روایت میں آپ ﷺ کے اخلاقی کردار پر کوئی سنگین ذاتی یا اخلاقی داغ نہیں لگایا جا سکا۔

بعثت سے قبل اہلِ مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے القابات سے یاد کرتے تھے۔ یہ القابات محض رسمی الفاظ نہیں تھے بلکہ ایک پورے معاشرے کا عملی اعتراف تھے کہ آپ ﷺ کردار، امانت داری، دیانت اور سچائی میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کی سیرت میں کوئی اخلاقی کمزوری یا کردار کی لغزش ہوتی تو مکی مخالفین یقیناً اسے سب سے پہلے بطور اعتراض پیش کرتے، کیونکہ مخالفت کے ماحول میں شخصیت کے اخلاقی پہلو کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نبوت کے بعد

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
April 30, 2026

جب دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا تو کفارِ مکہ نے مختلف اعتراضات کیے، جن میں آپ ﷺ کو کبھی ""کاہن" کہا گیا، کبھی "ساحر" اور کبھی "مجنون" جیسے الزامات لگائے گئے 7۔ لیکن ان تمام الزامات کا دائرہ عقیدے، نبوت اور دعوت تک محدود تھا، جبکہ آپ ﷺ کے اخلاقی کردار، امانت داری، معاشرتی حسنِ سلوک اور دیانت کے بارے میں کسی مضبوط اور تاریخی سطح پر کوئی سنجیدہ الزام موجود نہیں ملتا۔

یہ ایک اہم تاریخی حقیقت ہے کہ اگر کسی شخصیت کے خلاف مسلسل مخالفت کی جارہی ہو، تو مخالفین عموماً اس کے اخلاقی پہلو کو نشانہ بناتے ہیں، لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے معاملے میں ایسا نہیں ہوا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاقی کردار اتنا مضبوط اور واضح تھا کہ مخالفین بھی اس پر براہِ راست حملہ کرنے سے قاصر رہے۔ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ نے اپنے مخالفین کے ساتھ جس عفو، درگزر اور عدل وانصاف کا مظاہرہ کیا، وہ اس بات کی مزید دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی شخصیت ہر قسم کی ذاتی انتقام، غصے اور اخلاقی پستی سے پاک تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان اس اخلاقی بلندی کی سب سے نمایاں مثال ہے، جس نے دشمنوں کو بھی متاثر کیا۔ اس طرح تاریخی شواہد اور مخالفین کے رویے کا مجموعی مطالعہ یہ نتیجہ دیتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیت اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند تھی کہ شدید ترین مخالفت کے باوجود بھی ان پر اخلاقی گراوٹ کا کوئی قابلِ ذکر الزام قائم نہ کیا جاسکا۔

سردارانِ قریش کی جناب ابو طالب صاحب کے گھر آمد، تبلیغ توحید چھوڑنے پر سیادت، مال و دولت اور شادی کی پیشکش اور آپ ﷺ کا جواب

ابتدائی دورِ دعوتِ اسلام میں جب رسولِ اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں توحید کی دعوت کو کھلے عام پیش کیا تو قریش کے سرداروں کو اس سے اپنے مذہبی، معاشرتی اور معاشی نظام کو خطرہ لاحق ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مختلف طریقوں سے اس دعوت کو روکنے کی کوشش کی، جن میں ایک اہم کوشش یہ تھی کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے ذریعے آپ ﷺ کو دعوت سے باز رکھنے پر آمادہ کیا جائے۔

تاریخی روایات کے مطابق قریش کے نمایاں سردار، جن میں عتبہ بن ربیعہ جیسے افراد شامل تھے، ابو طالب کے گھر حاضر ہوئے اور نہایت نرم لہجے میں یہ پیشکش کی کہ اگر محمد ﷺ اس دعوت کو چھوڑ دیں تو وہ انہیں قریش کا سب سے بڑا سردار بنادیں گے، انہیں مال و دولت فراہم کریں گے، اور یہاں تک کہ قریش کی جس خاتون سے چاہیں ان کا نکاح بھی کرادیا جائے گا۔ اس پیشکش کا مقصد یہ تھا کہ کسی بھی طرح آپ ﷺ کو دعوتِ توحید سے ہٹا کر دنیوی مفادات کی طرف راغب کیا جائے۔ جب ابو طالب نے یہ بات رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچائی تو آپ ﷺ کا جواب سیرت کے صفحات میں ایک نہایت اہم اور فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

آپ ﷺ نے اس پیشکش کے جواب میں نہایت وقار اور عزم کے ساتھ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس دعوت کو ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میں اس راستے میں ختم ہو جاؤں[8]۔ یہ جواب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت کسی بھی دنیوی مفاد، خواہ وہ مال ہو، اقتدار ہو یا سماجی حیثیت، پر مبنی نہیں تھی بلکہ یہ مکمل طور پر ایک الٰہی مشن تھا جس میں کسی قسم کی مفاہمت یا سودا ممکن نہیں تھا۔

اس واقعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قریش نے ابتدا ہی میں یہ سمجھ لیا تھا کہ اگر معاملہ محض ذاتی خواہش یا دنیوی مفاد کا ہوتا تو اسے آسانی سے کسی پیشکش کے ذریعے ختم کیا جا سکتا تھا، لیکن جب انہوں نے ہر ممکن دنیوی لالچ پیش کی اور پھر بھی ناکامی ہوئی تو یہ ان کے لیے اس بات کا عملی ثبوت تھا کہ یہ دعوت کسی انسانی خواہش کا نتیجہ نہیں۔ یہ واقعہ رسولِ اکرم ﷺ کی اخلاقی استقامت، دینی عزم اور اخلاصِ نیت کی ایک روشن مثال ہے، جو بعد کے تمام اعتراضات خصوصاً آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی پر ہونے والے شبہات کے جواب میں ایک بنیادی دلیل فراہم کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد ہرگز دنیوی خواہشات نہ تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کے ازواجِ مطہرات کی تفصیل

آپ ﷺ کے ازواجِ مطہرات کی تفصیل اختصار کے ساتھ ''نشر الطیب'' میں اس طرح رقم ہے:

''سب سے اول حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس برس کی اور ان کی چالیس برس کی تھی اور بجز حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں، باقی تمام اولاد آپ کی ان ہی سے ہیں اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہو گئی۔ پھر ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حضرت سودہؓ بنت زمعہ قرشیہ سے نکاح کیا، پھر تھوڑے ہی مدت بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا، اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جبکہ ان کی عمر نو سال کی تھی، رخصت ہو کر آئیں اور آپ ﷺ کی بیبیوں میں کنواری صرف ایک یہی تھیں، پھر حفصہؓ بنت عمر سے نکاح کیا، پھر زینت بنت خزیمہؓ سے نکاح کیا، وہ دو مہینہ بعد وفات کر گئیں، پھر حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ ﷺ کی سب بیبیوں کے بعد ہوئی، پھر حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا، یہ آپ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور بعد وفات نبوی سب بیبیوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی اور غزوہ بنی مصطلق کے زمانہ میں حضرت جویریہؓ سے نکاح ہوا، یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئیں تھیں، آزاد کیے جانے کے بعد ان سے نکاح کیا، پھر حضرت ام حبیبہؓ سے جب کہ وہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئی ہوئی تھیں بواسطہ وکیل چار ہجری میں نکاح ہوا اور نجاشی شاہ حبشہ نے چار سو دینار ان کو آپ ﷺ کی طرف سے مہر دیا (یہ ایک ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے) اور غزوہ خیبر کے زمانہ میں حضرت صفیہؓ سے نکاح

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

ہوا، یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں، آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح ہوا، پھر حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضا کے زمانہ میں نکاح ہوا۔ یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو سامنے وفات پا گئیں اور نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں[9]

تعدد ازواج کی حکمتیں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریر کی روشنی میں

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

”**حکمتِ اول:** ایک حکمت تو وہ تھی جو بعض عارفین نے بیان کی ہے کہ منشاء تکوینِ عالم محبت ہے، جیسا کہ کنت کنزا مخفیا فأحببت أن أعرف فخلقت الخلق[10] سے معلوم ہوتا ہے، گو یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، مگر مضمونِ حدیث صحیح ہے، جو حدیث ان اللہ جمیل یحب الجمال[11] (اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے) سے ثابت ہے، جس کی تقریر نکت و دقیقہ کے مضمون ہشت دہم میں کلید مثنوی دفت اول میں قبول کردند خلیقہ ہدیہ را تحت شعر گنج مخفی بدر پیری جوش کرد میں احقر نے کی ہے، ایک مقدمہ تو یہ ہوا، دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اس محبت تکوین کا مظہر سب سے زیادہ وقاع میں ہے کہ اس میں بھی محض بواسطے وقاع کے سبب ہو جاتا ہے تکوین ولد کا بدون کسی تدبیرِ خاص کے، جیسے تکوینِ عالم میں محض محبت بواسطہ کلمہ کن کے سبب ہو گیا تکوین عالم کا بدون کسی خاص تدبیر کے، پس عارف کو عورت کی تلبیس میں یعنی جماع میں محبت کی تکوین کی تجلی کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے وہ نکاح کرتا ہے اور اسی لیے جماع کی اس کو دوسروں سے زیادہ رغبت ہوتی ہے اور حدیث حببت من دنیاکم النساء کا مبنی اسی راز کو بعض عارفین نے فرمایا ہے۔

حکمتِ دوم: دوسری حکمت حضور ﷺ کے نکاحوں میں یہ تھی کہ امت کو عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ معلوم ہو، اگر آپ ﷺ نکاح نہ کرتے اور پھر عورتوں کے حقوق کی تعلیم دیتے تو اس کا زیادہ اثر نہ ہوتا، کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ نے تو خود نکاح کیا نہیں اس لیے بلا تامل عورتوں کے اتنے حقوق بیان فرما دیے، نکاح کر لیتے تو شاید حقوق کا ادا کرنا مشکل ہوتا اور اب کسی کو یہ کہنے کا منہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے امت سے زیادہ نکاح کر کے دکھلا دیئے اور سب کے حقوق اس خوبی سے ادا فرمائے کہ اس کی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا، حقیقت میں بیبیوں کے حقوق ادا کرنا عقل مند کا کام ہے کیونکہ بیوی سے دو قسم کے تعلق ہوتے ہیں، ایک علاقہ حاکمیت و محکومیت کا کہ مرد حاکم ہوتا ہے اور عورت محکوم، دوسرا علاقہ محببیت و محبوبیت کا کہ مرد محب اور عورت محبوب ہوتی ہے، علاقہ حکومت کے ساتھ محب کی رعایت کرنا بڑا دشوار ہے، اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر محبت کے حقوق ادا کرتے ہیں تو حکومت کے حقوق فوت ہو جاتے ہیں، چنانچہ جو لوگ بیبیوں کے عاشق مشہور ہیں وہ اکثر ان کی غلامی ہی کرنے لگتے ہیں، ان کی خاک حکومت نہیں ہوتی، نہ بیوی پر کچھ رعب ہوتا ہے اور جو لوگ حکومت کے حقوق ادا کرتے ہیں، ان

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

سے محبت کے حقوق فوت ہو جاتے ہیں، دونوں کو جمع کرنا اور ہر ایک کے پورے حقوق ادا کرنا کہ بی بی پر رعت بھی ہو، حکومت بھی ہو، اس کے ساتھ اس کا دل بھی شوہر سے کھلا ہوا ہو، کہ بے تکلف ہنس بھی لیں، بول بھی لے، مذاق بھی کر لے اور اس پر ناز بھی کر لے، یہ انسانِ کامل کا کام ہے، یہ حضور ﷺ ہی کر سکتے ہیں، یا وہ شخص جو آپ ﷺ کا کامل متبع ہو، چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو یاد فرمایا، تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان بڑھیا کو کیا یاد فرمایا کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اچھی بیوی آپ ﷺ کو دے دی، حدیث میں فغضب حتی قلت والذی بعثک بالحق لا أذکرھا بعد ھذا إلا بخیر [12] یعنی آپ ﷺ کو غصہ آگیا جس سے حضرت عائشہؓ ڈر گئیں اور بقسم عرض کیا کہ اب سے جب کبھی ان کا ذکر کروں گی بھلائی سے کروں گی، یہ حالت رعب کی حضرت عائشہؓ پر تھی جن کو سب سے زیادہ ناز تھا اور دوسری ازواج کی کیا حالت ہو گی؟ تو ناز برداری کے ساتھ رعب کا جمع کرنا سرسری نہیں

حکمتِ سوم: حضور ﷺ نے چند نکاح کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ جس کی چند بیبیاں ہوں اسے سب کے ساتھ کس طرح عدل کرنا چاہیے، خصوصاً اگر ایک کے ساتھ محبت زیادہ ہو اور دوسروں سے کم ہو تو اس وقت اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے اس کی ترجیح ظاہر ہو بلکہ امورِ اختیاریہ میں برابری کا پورا خیال رکھے، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ بھی کر کے دکھلا دیا کہ باوجود یہ کہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سب سے زیادہ محبت تھی مگر عدل میں بھی کبھی آپ ﷺ نے فرق نہیں کیا، ان میں اور دوسری بیبیوں میں بلکہ ہمیشہ سب میں عدل کی پوری رعایت فرماتے تھے۔

حکمتِ چہارم: ایک حکمت یہ تھی کہ عورتوں کے متعلق جو خاص احکام ہیں، ان میں عورت کا واسطہ ہونا زیادہ نافع اور موجبِ سہولت ہو سکتا ہے، دوسری عورتوں کے لیے پھر وہ احکام جن امور کے متعلق ہیں، ان میں عادات عورتوں کی مختلف ہوتی ہیں تو یہ نہایت مصلحت کی بات ہے کہ وہ وسائط متعدد ہوں تا کہ ہر قسم کے احکام سہولت سے ظاہر ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ منکوحہ کے برابر کوئی بے تکلف واسطہ نہیں ہو سکتا، غرض یہ حکمتیں حضور ﷺ کے متعدد نکاحوں میں اور یہ بھی نمونے کے طور پر چند بیان کر دی گئی ہیں ورنہ اور بہت سی حکمتیں ہیں جن کے بیان کو عمرِ طویل چاہیے" [13]

اپنے ملفوظات میں رقم طراز ہیں:

یہاں سے ملحدوں کے تعددِ ازواج پر اعتراض کا جواب بھی نکلتا ہے کہ جب حضور ﷺ میں تیس آدمیوں کے برابر قوت تھی اور ایک آدمی کو ایک بیوی رکھنے کی اجازت تمام دنیا دیتی ہے تو اس حساب سے بھی حضور ﷺ کو تیس بیویاں رکھنے کی گنجائش تھی تیس کی جگہ اگر نو ہی رکھی تو اس تعددِ ازواج پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ نے بہت کمی کی، حساب سے ایک تہائی سے بھی کم پر بس کیا، ذرا انصاف سے کام لینا چاہئے اور یوں کوئی بک بک کرتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

یہ تعددِ ازواج بھی بطورِ نفس پروری نہ تھا کیونکہ اس کے خلاف پر بہت سے قرائن ہیں۔ دیکھئے! سوائے حضرت عائشہؓ کے سب بیواؤں سے عقد کیا اور سب سے اول جو شادی کی اس وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس برس کی تھی یہ وقت عین شباب کا تھا۔ اس وقت تو کنواری سے کرنا تھا مگر حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے کیا، ان کی عمر اس وقت چالیس برس تھی اور بیوہ تھیں۔ دیکھئے! یہ نفس کشی اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے سامنے اور نکاح نہیں کیا۔

کیا حضور ﷺ کو کنواری لڑکیاں نہ مل سکتی تھیں؟

اس کا جواب کہ حضور ﷺ کو کنواری لڑکیاں نہیں مل سکتی تھیں، یہاں سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ حضور ﷺ نے بیوہ عورتوں سے اس واسطے عقد کئے کہ کنواری ملتی کہاں؟ آپ کوئی گھر کے امیر نہ تھے اور شبہ اس طرح رفع ہوا کہ حضرت خدیجہؓ ملکۃ العرب کہلاتی تھیں۔ انہوں نے خود اپنی خواہش سے حضور ﷺ سے نکاح کیا تھا۔ جب حضور ﷺ کی وقعت لوگوں کے دلوں میں یہ تھی کہ ملکۃ العرب نے خود خواہش کی تو غریب غربا کنواریوں کا ملنا کیا مشکل تھا۔ نیز دوسری دلیل اس بے ہودہ بکواس کی تردید کی کہ کنواری لڑکیاں مل کہاں سکتی تھیں۔ ''سورہ حم سجدہ'' کے پڑھ کر سنانے کا واقعہ ہے وہ اس طرح ہے کہ کفار نے ایک دفعہ اکٹھا ہو کر مشورہ کیا، ان میں ابو جہل بھی تھا کہ یہ شخص جو دعوی نبوت کرتے ہیں اس کے فرو کرنے کے واسطے بجائے مخالفت کے تدبیر سے کام لیا جائے تو بہتر ہے، وہ یہ ہے کہ ان سے پوچھنا چاہئے کہ یہ دعوی کس غرض سے کرتے ہیں۔ اگر وہ غرض بلا اس کے پوری کر دی جائے تو غالباً یہ دعوی آپ چھوڑ دیں گے اس طرح بہت سہولت کے ساتھ ہم کو کامیابی ہو جائے گی۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے جو بہت فصیح اور بلیغ تھا اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور حضور میں حاضر ہوا اور کہا آپ یہ بتلا دیجئے کہ آپ کو اس دعوی سے کیا مقصود ہے؟ اگر حسین لڑکیوں کی خواہش ہے تو وہ جتنی آپ کہیں بہم پہنچا دی جائیں اور اگر مال مقصود ہے تو جتنا آپ کہیں ہم مال جمع کر دیں اور اگر امارت اور سرداری منظور ہے تو ہم سب آج سے آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں۔ حضور ﷺ اس کی باتوں کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جواب میں جلدی نہ کرتے تھے۔ اول پوری بات سن لیتے تھے تب جواب دیتے تھے۔ جب وہ جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اب جواب سنو اور سورہ حم سجدہ کی شروع کی آیتیں شروع کیں، حم تنزیل من الرحمن الرحیم آگے تک جب حضور ﷺ اس آیت تک پہنچے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ عاد و ثمود۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نہیں مانو گے تو میں ڈراتا ہوں اس عذاب سے جو عاد اور ثمود پر آیا تھا۔ اس آیت کو سن کر وہ کہتا ہے خدا کیلئے بس کیجئے۔ ابو جہل فراست اور دانائی اور عقل مندی میں مشہور تھا، وہ بشرہ سے یہ سمجھ گیا کہ اس پر بھی کچھ اثر ہو گیا۔۔۔ غرض ابو جہل نے اسے دور ہی سے دیکھ کر کہا کہ یہ گیا تو اور چہرہ لے کر، اور آیا اور چہرہ لے کر۔۔۔۔ وہ جب پہنچا اس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا جب انہوں نے یہ آیت پڑھی ہے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

بس اب بجلی گرنے کو ہے، میں اپنی جان بچا کر بھاگا[14]۔دیکھئے! اس واقعہ سے ثابت ہے کہ عورتیں بھی آپ کے سامنے پیش کی گئیں تو اس کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ بیوہ عورتیں اس واسطے کی تھیں کہ کنواری لڑکیاں نہ مل سکتی تھیں۔جب کہ آپ نے باوجود کنواریاں مل سکنے کے بیوہ عورتوں سے عقد کئے تو وہ شخص جس کو ذرا سی بھی عقل ہے سمجھ سکتا ہے کہ کسی اور مصلحت پر اس کی بنا تھی۔ان مصلحتوں کا بیان کرنا مقصود نہیں ,صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسے شخص کو شہوت پرست کہنا دین تو برباد کرنا ہے ہی عقل کے پیچھے بھی لٹھ لے کر پھرنا ہے۔غرض حضور ﷺ میں ہر طرح کی قوت تھی اور یہ آپ کا ذاتی کمال تو تھا ہی۔خاندان سے بھی میراث میں پایا تھا[15]

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اسی موضوع پر ”تعدد ازواج لصاحب المعراج“ کے نام سے ایک مکمل رسالہ لکھا ہے،اس رسالہ میں انھوں نے روایات واحادیث کی روشنی میں ازواجِ مطہرات کے ذریعہ سے امت کو ملنے والے گھریلو احکام کو مدار بنا کر تعددِ ازواج کا اشکال حل فرمایا ہے،اس رسالہ کے چیدہ چیدہ عبارات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

آپ ﷺ نے زیادہ نکاح کیوں کیے؟

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آں حضور ﷺ کی پبلک لائف پر صحابہ کرام کی ایک جماعت کثیرہ بطور شاہد تیار ہو گئی تھی لیکن خانگی زندگی کے حالات کا بھی زبردست شہادت کے ساتھ دنیا کے سامنے بے نقاب ہونا ضروری تھا۔چوں کہ یہ ایک نہایت نازک معاملہ تھا اس لیے واقعات کے صحت کے متعلق کافی ثبوت وشواہد کے پیش کیے جانے کی سخت ضرورت تھی،اس لیے سوائے ازواج مطہرات کے اور کسی کا کام نہ ہو سکتا کہ خانگی زندگی پر بطور شاہد پیش ہو سکے،کیوں کہ بیوی جس قدر شوہر کی محرم راز اور اس کی طبیعت اور فطرت سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہر گز ہر گز نہیں ہو سکتا۔پس اس لیے آں حضور ﷺ کے لیے متعدد نکاح کرنے کی ضرورت تھی تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے متعلق تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور آپ کی خانگی زندگی کے ہر شعبہ کو امت اپنے لیے مشعل ہدایت بنا سکے۔

آپ نے دس نکاح کیوں کیے؟

آں حضرت ﷺ کا اسوہ امت کی جان اور قوم کی روح رواں تھی اور دینی و دنیاوی ترقی کی شاہراہ تھی اس لیے اس کا من وعن متعدد ثقہ شواہد کی شہادت کے ساتھ دنیا کے سامنے آنا ضروری تھا،معاملہ کی نزاکت کے لحاظ سے شواہد کی بھی کثرت ضروری ہے۔تو ایسی صورت میں جب کہ مخفی حالات کا ظاہر ہونا عورتوں کے بغیر

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

ناممکن تھادس بیویوں کی گواہی تیار کی گئی (کہ جمع کثرت کا ابتدائی درجہ ہے) تاکہ تمام معاملات کی حیثیت کماحقہ واضح ہوسکے اور جب بیویوں کی وہ تعداد خداوند جل وعلا کے منشاکے مطابق جو اس شہادت کے لیے کافی ہوسکتی تھی پوری ہوگئی اور مزید شواہد کی ضرورت نہ رہی تو خدا تعالی نے آپ کو اور بیویاں نکاح میں لانے سے منع فرمادیا اور اس کے ساتھ ہی موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر دوسری کو بیاہ لانے سے بھی منع فرمایا گیا، کیوں کہ شواہد کی تعداد مکمل ہوچکی تھی۔

ایک اہم نکتہ: اگر نعوذ باللہ پیغمبر اسلام کو ان متعدد بیویوں سے تمتع یا حظ نفس ہی مقصود ہوتا تو پھر کیوں آپ اس حکم کی تعمیل کرتے؟ ایک عیش پرست انسان کب ایسی سخت پابندی کو قبول کر سکتا ہے جو اس کی نفسانی خواہشات کے سخت خلاف ہو؟ مگر بین حقیقت تو یہ تھی کہ وہاں نہایت ارفع واعلی مقصود پیش نظر تھا۔ اگر آپ کا عندیہ وہی ہوتا جو مخالفین بتلاتے ہیں تو کیوں آپ عہد شباب میں بیوہ اور اپنے سے زائد العمر خاتون سے نکاح کرتے اور عہد شباب میں اس ایک پر قانع رہتے؟ خصوص جب کہ سردارانِ قریش زمانہ قیام مکہ میں کہ شباب یا قرب شباب کا زمانہ تھا اور ازواج کی کثرت بھی نہ ہوئی تھی آپ کی خدمت میں بواسطہ عتبہ بن ربیعہ عرض گزار ہوئے کہ اگر آپ کو بیویوں کی خواہش ہو تو آپ قریش کی دس لڑکیاں پسند فرمالیں، ہم ان سے آپ کا نکاح کر دیں گے۔ آپ نے ان کی درخواست رد فرما کر حم فصلت کی تلاوت تبلیغ کے لیے شروع فرمادی۔ عتبہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوگیا۔ اگر آپ کو ان نکاحوں میں حظ نفس غالب ہوتا تو آپ ان کی دل جوئی کی کوئی مناسب صورت تجویز کر کے اچھی سے اچھی لڑکیاں اپنے نکاح میں لے آتے۔ جب کہ آپ نے باقی تمام نکاح پچاس برس سے متجاوز عمر میں کیے اور وہ بھی ایک کے سوا تمام بیوگان سے (تو اس وسوسہ کی گنجائش بھی نہیں رہتی)۔ اس سلسلہ میں یہاں ایک غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں، مسٹر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب "محمد اینڈ محمدن ازم" کے صفحہ ۱۳۶ پر لکھتے ہیں:

آپ کی قریباً تمام شادیاں بیوگان سے ہوئیں، جو نہ تو اپنے حسن وجمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ ہی دولت مندی کے لحاظ سے، بلکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔

لہذا ان تمام واقعات کے بعد یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوگیا کہ تعدد ازدواج سے آپ کا مقصد ہر گز ہر گز حظ نفس نہ تھا، بلکہ اس ذریعہ سے اپنی قوم اور اپنی امت کو اُسوہ حسنہ اور پرائیویٹ لائف میں طرز عمل سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خواہ وہ صحابہ میں بسر ہوتا یا گھر کی چار دیواری کے اندر، عدل وانصاف، عفت و پاک دامنی، تقوی وپرہیز گاری کی زندہ مثال تھا۔ آپ کا وجود، ہدایت ونورانیت کا مجسمہ تھا۔ اسی لیے خدا تعالی نے آپ کے ہر طرز عمل کو لوگوں کے لیے مدار نجات ٹھہرایا اور آپ کی پبلک زندگی اور پرائیویٹ لائف کو تا قیام قیامت عاشقان صمدیت اور طالبان حقیقت کے لیے بے نقاب کر دیا کہ وہ اس پر عمل کر کے عاقبت کو سدھاریں[16]

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

اس کے بعد مولانا تھانوی صاحبؒ تعدد ازواج کی گھریلو زندگی کے احکام کی تبلیغ کے حوالے سے نکات کی شکل میں لکھتے ہیں:

الف۔ عورتوں کے مخفی حالات یا ان کے ساتھ مخفی معاملات کے متعلق احکام جن پر عورتیں آسانی سے مطلع ہو سکتی ہیں، اور دوسری صحابیات سے جو ایسے احکام کے متعلق روایات منقول ہیں گو عرب میں عجم کا سا تکلف نہ تھا اور اس لیے ضرورت کے وقت ایسے سوالات بھی کر لیتی تھیں مگر تاہم مردوں کی طرح بے تکلف نہ تھیں، اس لیے ان روایات میں قلت عدد ضرور ہے اور قلت عدد کے سبب قلتِ کفایت بھی ہے، پھر اس پر بھی تتبع و تامل کے بعد بہ استثنائے شاذ جو کہ غیر کافی اور کالمعدوم ہے زیادہ تر ان میں بھی ازواج کا توسط ہے، خواہ اس طرح کہ ازواج کے ذریعہ سے سوال کیا یا اس طرح کہ ازواج مطہرات کے گھر جا کر ان بیبیوں نے سوال کیا۔ اگر ازواج نہ ہوتیں ان کو اس کا موقع کہاں ملتا، خواہ اس طرح کہ آپ نے غایتِ حیا سے لطافت کے ساتھ جواب دیا اور سائلہ نہ سمجھی، ازواج نے اس کی تکمیل و توضیح کر دی۔

ب۔ عورتوں کے ساتھ معاشرت کا طریقہ

ج۔ حضور اقدس ﷺ کی وہ عبادات و عادات جو خلوت کے وقت واقع ہوتی تھیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتیں: مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر کی روشنی میں

مفتی محمد شفیع صاحب اپنی سیرت پر لکھی گئی مختصر کتاب میں تعددِ ازواج کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اس عام قانون کی رو سے چار سے زائد نہ رہنی چاہیئے تھیں۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ امہات المومنین دوسری عورتوں کی طرح نہیں، خود قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ[17]

ترجمہ: (اے نبی کی عورتو، تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورت ہیں)

وہ تمام امت کی مائیں ہیں، آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ اب اگر عام قانون کے ماتحت چار کے سوا باقی ازواج مطہرات کو طلاق دے کر ان کو علیحدہ کر دیا جاتا تو ان پر کتنا ظلم ہوتا کہ اب وہ عمر بھر کے لیے معطل ہو جائیں اور رحمت للعالمین کی چند روزہ صحبت ان کے لیے عذاب بن جاتی کہ ادھر تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت چھوٹتی ہے اور ادھر ان کے لیے اس کی بھی اجازت نہیں ملتی کہ کسی اور جگہ اپنا غم غلط کر سکیں۔

اس لیے کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ازواج مطہرات اس عام قانون کے ماتحت آئیں خصوصاً وہ خواتین جن کا نکاح اس لیے عمل میں آیا تھا کہ ان کے خاوند جہاد میں

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

شہید ہوگئے اور وہ بے سروسامان رہ گئیں۔ آپ نے ان کی دل داری کے لیے ان سے نکاح کر لیا۔ اب اگر ان کو طلاق دی جاتی تو ان پر کیا گذرتی، یہ اچھی دل داری ہوتی کہ وہ اب تمام عمر نکاح سے محروم ہو گئیں۔

اس لیے بحکم خداوندی چار سے زائد بیویوں کا رکھنا صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری، نیز آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لیے تمام دین ودنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں ہم تک، صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اس کے لیے نو خواتین بھی کم ہیں، ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خصوصیت معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش پر مبنی تھی۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت سارا عرب وعجم مخالفت کے لیے کھڑا ہوا، قتل کے منصوبے گانٹھے، طرح طرح کے عیب لگائے، بہتان باندھے، مجنون کہا، کذاب بتلایا، غرض اس آفتاب عالم تاب پر خاک ڈالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود خاک آلود ہوئے۔ یہ سب کیا۔ لیکن کسی کافر نے خواہشات نفسانی اور عورتوں کے معاملہ میں بھی کسی وقت آپ پر کوئی الزام لگایا! نہیں اور ہر گز نہیں! یہاں افتراء کے بھی پاؤں نہ ہوئے ورنہ کسی نیک نام کو بدنام کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی حربہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ذرا انگلی رکھنے کی جگہ تھی تو کفار عرب جو گھر کے بھیدی تھے۔ سب سے بڑھا چڑھا کر اس کو عیوب میں شمار کرتے لیکن وہ اتنے بیوقوف نہ تھے کہ مشاہدات کا انکار کر کے اپنی بات کا اعتبار کھو دیتے۔ کیونکہ تقوی مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی جس میں وہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے زمانہ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گذرا۔ پھر جب عمر شریف پچیس سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت چالیس سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گذار رہی تھیں، اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں اور دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کی ماں تھیں۔ بارگاہ نبوت میں ان کی درخواست رد نہ کی گئی اور پھر اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گذار دی گئی اور وہ بھی اس طرح کہ طرح کہ ان کو چھوڑ کر حرا کے لق ودق غار میں ایک ایک مہینہ تک محض عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور عمر کا بڑا حصہ اسی نکاح پر گذرا۔ اسی لیے آپ کی جتنی اولاد ہوئی وہ سب خدیجہ بنے سے ہوئی ہے۔

البتہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب کہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب (حضرت عائشہؓ کے سوا) بیوہ ہیں اور بعض صاحب اولاد بھی۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے گمان نہیں ہو سکتا کہ کوئی سلیم الحواس انسان آپ تعدد ازواج کو معاذ اللہ، کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتلا سکے گا۔ اگر کوئی کورہ چشم آفتاب نبوت کی عظمت وجلال کو بھی نہ

دیکھ سکے اور آپ کے اخلاق، اعمال، تقویٰ، طہارت، زہد و ریاضت اور مقدس زندگی کے تمام گرد و پیش کے حالات سے بھی آنکھ چرا لے تو خود ان متعدد نکاحوں کے واقعات و حالات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدد ازدواج یقیناً کوئی نفسانی خواہش پر مبنی نہ تھا۔ ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گذار دینا انسان کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ خصوصاً جب کہ کفار عرب اور روسائے قریش آپ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب حسن و جمال آپ کے قدموں پر نثار کر دینے کے لیے بھی تیار تھے، جیسا کہ سیر و تاریخ کی معتبر کتابیں اس کی شاہد ہیں۔

اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود مسلمانوں کی جمعیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی جن کی ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا، مگر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہ تھیں جن کی عمر بوقت نکاح بھی چالیس سال تھی، پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحب اولاد ہیں۔ امت کی بیشمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلا دیا جاتا کہ آپ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے، وہ سب مخفی رہ جاتے۔

کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے اس تعدد ازدواج کو نفسانی خواہشوں پر محمول کیا جائے، اگر باطل پرستوں نے عقل و حواس کو اندھا نہ کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔[18]

اپنی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ کی ذات والا صفات سراپا رحمت و برکت ہے، تبلیغ احکام اور تزکیہ نفوس اور ابلاغ قرآن آپ کا سب سے بڑا مقصد بعثت تھا، آپ نے اسلام کی تعلیمات کو قولاً و عملاً دنیا میں پھیلا دیا، یعنی آپ بتاتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے، پھر چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات، آل و اولاد کی پرورش اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھرپور ہیں، اندرون خانہ کیا کیا جواب دیا، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواج مطہرات کے ذریعہ ہی امت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ کے لئے کثرت ازواج ایک ضروری امر تھا، صرف حضرت عائشہؓ سے احکام و مسائل، اخلاق و آداب اور سیرت نبوی سے متعلق دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، حضرت ام سلمہؓ کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے، حافظ ابن قیم

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

نے اعلام الموقعین (ص ۹ ج ۱) میں لکھاہے کہ اگر حضرت ام سلمہؓ کے فتاوی جمع کئے جائیں جو انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد دیئے ہیں تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا روایت در روایت اور فقہ و فتاوی میں جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں، ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے، حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد مسلسل اڑتالیس سال تک علم دین پھیلایا۔

بطور مثال دو مقدس بیویوں کا مجمل حال لکھ دیا ہے دیگر ازواج مطہرات کی روایات بھی مجموعی حیثیت سے کافی تعداد میں موجود ہیں ظاہر ہے کہ اس تعلیم و تبلیغ کا نفع صرف ازواج مطہرات سے پہنچا۔

انبیاء اسلام کے مقاصد بلند اور پورے عالم کی انفرادی و اجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکروں کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں۔

اسی کے نتیجے میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخر عالم ﷺ کے تعداد ازواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش کی پیداوار قرار دیا ہے اگر حضور اقدس ﷺ کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوش مند منصف مزاج کبھی بھی آپ کی کثرت ازواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا۔

آپ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گذری کہ پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحب اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کر کے عمر کے پچیس سال تک انہی کے ساتھ گذارہ کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غار حرا میں مشغول عبادت رہتے تھے، دوسرے نکاح جتنے ہوئے پچاس سالہ عمر شریف کے بعد ہوئے، یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوان شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا، کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے، آپ کے دشمنوں نے آپ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتری جیسے الزامات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی بے راہی روی سے ہو۔

ان حالات میں کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ جوانی کے پچاس سال اس زہد و تقوی اور لذائذ دنیا سے یک سوئی میں گذارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

میں آپ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا، اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اس کے سوا نہیں بتلائی جاسکتی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور اس کثرت ازدواج کی حقیقت کو بھی سن لیجئے تاکہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہؓ آپ کی زوجہ یں، ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا، مگر حضرت سودہ تو آپ کے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت عائشہ صغر سنی کی وجہ سے اپنے والد کے گھر ہی رہیں، پھر چند سال کے بعد ۲ ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی، اس وقت آپ کی عمر چون سال ہو چکی ہے اور دو بیویاں اس عمر میں آکر جمع ہوئی ہیں، یہاں سے تعدد ازدواج کا معاملہ شروع ہوا، اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہ (رض) سے نکاح ہوا، پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح ہوا اور صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی، ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں، پھر ٤ ھ میں حضرت ام سلمہؓ سے نکاح ہوا، پھر ٥ ھ میں حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون ٥٨ سال ہو چکی تھی اور اتنی بڑی عمر میں آکر چار بیویاں جمع ہوئیں، حالانکہ امت کو جس وقت چار بیویوں کی اجازت ملی تھی اس وقت ہی آپ کم از کم چار نکاح کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، ان کے بعد ٦ ھ میں حضرت جویریہؓ سے اور ۷ ھ میں حضرت ام حبیبہؓ سے اور پھر ۷ ھ میں حضرت صفیہؓ سے پھر اسی سال حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا۔

خلاصہ :- یہ کہ چون سال کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی کے ساتھ گذارہ کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہ کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سودہ کے ساتھ گذارے، پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی ازواج مطہرات دو تین سال کے اندر حرم نبوت میں آئیں۔

اور یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی عورت ایسی تھیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا، یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہرات بیوہ تھیں، جن میں بعض کے دو دو شوہر پہلے گذر چکے تھے اور یہ تعداد بھی آخر عمر میں آکر جمع ہوئی ہے۔

حضرات صحابہ مرد اور عورت سب آپ پر جاں نثار تھے، اگر آپ چاہتے تو سب بیویاں کنواریاں جمع کر لیتے، بلکہ ہر ایک ایک دو دو مہینے کے بعد بدلنے کا بھی موقع تھا، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ نیز یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ برحق نبی تھے، نبی صاحب ہوا و ہوس نہیں ہوتا، جو کچھ کرتا ہے اذن الٰہی سے کرتا ہے، نبی ماننے کے بعد ہر اعتراض ختم ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص آپ کو نبی ہی نہ مانے اور یہ الزام لگائے کہ آپ نے محض شہوت پرستی کی وجہ سے اپنے لئے کثرت ازدواج کو جائز رکھا تھا تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ اپنے حق میں کثرت ازدواج کے معاملہ میں اس پابندی کا اعلان کیوں فرماتے جس کا ذکر قرآن

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

کریم کی آیت لایحل لک النساء من بعد[19] میں موجود ہے، اپنے حق میں اس پابندی کا اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا اپنے رب کے اذن سے کیا۔

تعدد ازدواج کی وجہ سے تعلیمی اور تبلیغی فوائد جو امت کو حاصل ہوئے اور جو احکام امت تک پہنچے اس کی جزئیات اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کا احصاء دشوار ہے، کتب احادیث اس پر شاہد ہیں، البتہ بعض دیگر فوائد کی طرف یہاں ہم اشارہ کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کا واقعہ

حضرت ام سلمہؓ کے شوہر حضرت ابو سلمہ کی وفات کے بعد آپ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپ کے گھر تشریف لائیں، ان کے بچوں کی آپ نے پرورش کی، اور اپنے عمل سے بتادیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہیئے، آپ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں، اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی، ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک بار آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالے میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا، آپ نے فرمایا: بسم اللہ وکل بیمینک وکل ممایلیک (اللہ کا نام لے کر کھا، داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا)

حضرت جویریہؓ سے نکاح کا پس منظر

حضرت جویریہؓ ایک جہاد میں قید ہو کر آئی تھیں، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آگئیں، اور ثابت بن قیس یا انکے چچازاد بھائی کے حصہ میں ان کو لگادیا گیا، لیکن انہوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کر لیا کہ اتنا اتنا مال تم کو دیدوں گی مجھے آزاد کر دو، یہ معاملہ کر کے حضور ﷺ کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، انہوں نے بخوشی منظور کر لیا، تب آپ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمالیا، ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہ کی ملکیت میں آچکے تھے، کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے، جب صحابہ کو پتہ چلا کو جویریہ آپ کے نکاح میں آگئی ہیں تو آحضرت ﷺ کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کر دیئے، سبحان اللہ حضرات صحابہ کرام کے ادب کی کیا شان تھی، اس جذبے کے پیش نظر کہ یہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے سسرال والے ہو گئے، ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں، سب کو آزاد کر دیا، حضرت عائشہ (رض) اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے جویریہ سے نکاح کر لینے سے بنو المصلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے میں نے کوئی عورت ایسی نہیں

OPEN ACCESS CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

دیکھی جو جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کی حقیقت

حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ بابتداء اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے قافلہ کے دوسرے افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے تھے، وہاں ان کا شوہر نصرانی ہو گیا اور چند دن کے بعد مر گیا، آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے واسطہ سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، جسے انہوں نے قبول کر لیا اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابوسفیان اس وقت اس گروہ کے سرخیل تھے جس نے اسلام دشمن کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا اور وہ مسلمان کو اور پیغمبر خدا ﷺ کو اذیت دینے اور انہیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: ھو الفحل لا یجدع انفہ (یعنی محمد ﷺ جوان مرد ہیں ان کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی) مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل کرنا آسان نہیں، ادھر تو ہم ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

غرض اس نکاح نے ایک نفسیاتی جنگ کا اثر کیا اور اسلام کے مقابلہ میں کفر کے قائد کے حوصلے پست ہو گئے، اس نکاح کی وجہ سے جو سیاسی فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے مدبر اور حکیم رسول ﷺ نے اس فائدہ کو ضرور پیش نظر رکھا ہو گا۔

یہ چند باتیں لکھی گئی ہیں ان کے علاوہ سیرت پر عبور رکھنے والے حضرات کو بہت کچھ حکمتیں آپ کے تعدد ازدواج میں مل سکتی ہیں، اس سلسے میں سیدی حکیم الامت قدس سرہ کے رسالے ''کثرت ازواج لصاحب المعراج'' کا دیکھنا بھی مفید ہو گا۔

یہ تفصیل ہم نے ملحدین و مستشرقین کے پھیلائے ہوئے پر فریب جال کو کاٹنے کے لئے لکھی ہے، کیونکہ ان کے اس دام تزدیر میں بہت سے وہ تعلیم یافتہ اور ناواقف مسلمان بھی پھنس جاتے ہیں جو سیرت نبوی اور تاریخ اسلام سے بے خبر ہیں اور اسلامیات کا علم مستشرقین ہی کے کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔[20]

اسی تفسیر میں حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق فتنہ انگیزوں کے خیالات کا جواب دیتے ہوئے اور آنحضرت ﷺ کا تقدس بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حضرت زینب بنت جحش کا نکاح بامر نبی کریم ﷺ حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ہو گیا، مگر دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہوئی۔ حضرت زید ان کی تیز زبانی اور نسبی شرافت کی بنا پر اپنے کو اونچا سمجھنے اور اطاعت میں کوتاہی کرنے کی شکایت کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بتلا دیا گیا تھا کہ زید ان

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
April 30, 2026

کو طلاق دیں گے، اس کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ ایک روز حضرت زید نے انہی شکایات کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر کے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ منجانب اللہ یہ علم ہو گیا تھا کہ واقعہ یوں ہی پیش آنے والا ہے، کہ زید ان کو طلاق دے دیں گے، پھر یہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں گی، لیکن دو وجہ سے آپ نے حضرت زید کو طلاق دینے سے روکا۔ اول یہ کہ طلاق دینا اگرچہ شریعت اسلام میں جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں بلکہ ابغض المباحات یعنی جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض و مکروہ ہے، اور تکوینی طور پر کسی کام کا وقوع تشریعی حکم کو متاثر نہیں کرتا۔ دوسرے قلب مبارک میں یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ اگر انہوں نے طلاق دے دی اور پھر زینب کا نکاح آپ سے ہوا تو عرب اپنے دستور جاہلیت کے مطابق یہ طعنے دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ قرآن نے اس دستور جاہلیت کو سورۃ احزاب کی ہی سابقہ آیات میں ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد کسی مومن کے لئے تو اس کے وسوسہ کا بھی خطرہ نہ تھا مگر کفار جو قرآن ہی کو نہیں مانتے وہ اپنی جاہلانہ رسم یعنی منہ بولے بیٹے کو تمام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے پر زبان طعن دراز کریں گے۔ یہ اندیشہ بھی حضرت زید کو طلاق دینے سے منع کرنے کا سبب بنا۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے محبوبانہ عتاب قرآن کی ان آیات میں نازل ہوا: واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ، یعنی آپ اس وقت کو یاد کریں جب کہ آپ کہہ رہے تھے اس شخص کو جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا، مراد اس شخص سے حضرت زید ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلا انعام تو یہ فرمایا کہ ان کو مشرف بااسلام کر دیا دوسرے آپ کی صحبت کا شرف عطا فرمایا۔ اور آپ نے ان پر ایک انعام تو یہ کیا کہ ان کو غلامی سے آزاد کر دیا، دوسرا یہ کہ ان کی تربیت فرما کر ایسا بنا دیا کہ بڑے بڑے صحابہ بھی ان کی تعظیم کرتے تھے۔ آگے وہ قول نقل کیا جو آپ نے زید سے فرمایا: امسک علیک زوجک واتق اللہ، یعنی اپنی بی بی کو آپ اپنے نکاح میں روکیں، طلاق نہ دیں اور خدا سے ڈریں۔ خدا سے ڈرنے کا حکم اس جگہ اس معنی میں بھی ہو سکتا ہے کہ طلاق ایک مبغوض و مکروہ فعل ہے اس سے اجتناب کریں اور اس معنی سے بھی ہو سکتا ہے کہ نکاح میں روکنے کے بعد طبعی منافرت کی وجہ سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ آپ کا یہ فرمانا اپنی جگہ صحیح و درست تھا، مگر منجانب اللہ ہونے والے واقعہ کا علم ہو جانے اور دل میں حضرت زینب سے نکاح کا ارادہ پیدا ہو جانے کے بعد زید کو طلاق نہ دینے کی نصیحت ایک طرح کی رسمی اظہار خیر خواہی کے درجہ میں تھی، جو شان رسالت کے مناسب نہ تھی، خصوصاً اس لئے کہ اس کے ساتھ لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ بھی شامل تھا اس لئے آیت مذکورہ میں عتاب ان الفاظ میں نازل ہوا کہ آپ دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ جب منجانب اللہ حضرت زنیب کے ساتھ آپ کے نکاح کی خبر مل چکی، اور آپ کے دل میں ارادہ نکاح پیدا ہو چکا تو اس ارادہ کو چھپا کر ایسی رسمی گفتگو جو آپ کی شان کے مناسب نہیں تھی کی۔ اور لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ پر فرمایا

OPEN ACCESS
CC BY

کہ آپ لوگوں سے ڈرنے لگے، حالانکہ ڈرنا تو آپ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے۔ یعنی جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والا ہے، اس کی ناراضی کا اس میں کوئی خوف و خطر نہیں تو پھر محض لوگوں کے طعنوں سے گھبرا کر آپ کے لئے یہ گفتگو مناسب نہیں تھی۔

اس واقعہ کی جو تفصیل اوپر لکھی گئی ہے، یہ سب تفسیر ابن کثیر اور قرطبیؒ اور روح المعانی سے لی گئی ہے، اور تخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ کی یہ تفسیر کہ وہ چیز جس کو آپ نے دل میں چھپایا تھا وہ یہ ارادہ تھا کہ زید نے طلاق دے دی تو حکم الٰہی کے مطابق آپ ان سے نکاح کر لیں گے، یہ تفسیر حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم وغیرہ محدثین نے حضرت علی بن حسین زین العابدین کی روایت سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی یہ اطلاع دے دی تھی کہ حضرت زینب کو زید طلاق دینے والے ہیں اور اس کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آئیں گی، اور ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوال سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ حضرت زینب بھی ازواج مطہرات میں داخل ہو جائیں گی، پھر جب حضرت زید ان کی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دو، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تو آپ کو بتلا دیا تھا کہ میں ان سے آپ کا نکاح کرا دوں گا اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔

جمہور مفسرین زہری، بکر بن العلاء، قشیری، قاضی ابو بکر بن العربی نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے کہ جس چیز کے دل میں چھپانے کا ذکر کیا گیا وہ بوحی الٰہی ارادہ نکاح تھا، اس کے خلاف جن روایات میں مافی نفسک کی تفسیر محبتِ زینب سے منقول ہے، اس کے متعلق ابن کثیر نے فرمایا کہ ہم نے ان روایات کا ذکر کرنا اس لئے پسند نہیں کیا کہ ان میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور خود الفاظ قرآن سے تائید اسی تفسیر کی ہوتی ہے جو حضرت زین العابدین کی روایت سے اوپر بیان ہوئی ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود بتلا دیا کہ دل میں چھپائی ہوئی چیز وہ تھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اگلی آیت میں ظاہر فرمایا وہ نکاح ہے حضرت زینب کے ساتھ جیسا کہ فرمایا: زوجنکھا

لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنا محمود ہے جب تک کسی مقصود شرعی پر اثر انداز نہ ہو

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ کا اخفاء کیوں فرمایا جو سبب عتاب بنا۔ جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں اصل مغالطہ جو قرآن و سنت سے ثابت ہے یہ ہے کہ جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے اور ان کے طعن و تشنیع میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو تو

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

لوگوں کے دین کی حفاظت اوران کو طعن وتشنیع کے گناہ سے بچنے کے نیت سے چھوڑ دینااس صورت میں تو جائز ہے جب کہ یہ فعل خود مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو، اور کوئی دینی حکم حلال وحرام کااس سے متعلق نہ ہو، اگرچہ فعل فی نفسہ محمود ہو۔اس کی نظیر حدیث وسنت رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ زمانہ جاہلیت میں جب بیت اللہ کی تعمیر کی گئی تواس میں کئی چیزیں بناءابراہیمی کے خلاف کردی گئی ہیں اول تو یہ کہ بیت اللہ کا کچھ حصہ تعمیر سے باہر چھوڑ دیا، دوسرے بناءابراہیمی میں لوگوں کے بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے دو دروازے تھے،ایک مشرقی جانب میں دوسرا مغربی جانب میں، جس کی وجہ سے بیت اللہ میں داخل ہونے اور نکلنے میں زحمت نہ ہوتی تھی،اہل جاہلیت نے اس میں دو تصرف کئے کہ مغربی دروازہ تو بالکل بند کردیااور مشرقی دروازہ جو سطح زمین سے متصل تھااس کواتنااونچاکردیاکہ بغیر سیڑھی کے اس میں داخلہ نہ ہوسکے، جس سے یہ مقصد تھاکہ وہ جس کواجازت دیں صرف وہ اندر جاسکے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ اگر نومسلم لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتاتو میں بیت اللہ کو پھر بناءابراہیمی کے مطابق بنادیتا۔یہ حدیث سب کتب معتبرہ میں موجود ہے۔اس سے معلوم ہواکہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے اپنایہ ارادہ جو شرعاً محمود تھااس کو ترک کردیا،اور منجانب اللہ اس پر کوئی عتاب نہیں ہوا، جس سے اس عمل کاعنداللہ مقبول ہونا بھی معلوم ہوگیا۔مگر یہ معاملہ بیت اللہ کو بناءابراہیمی کے مطابق دوبارہ تعمیر کرنے کاایسانہیں جس پر کوئی مقصد شرعی موقوف ہویا جس سے احکام حلال وحرام متعلق ہوں۔بخلاف واقعہ نکاح زینب کے کہ اس سے ایک مقصد شرعی متعلق تھاکہ جاہلیت کی رسم بداور اس خیال باطل کی عملی تردید ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح حرام ہے۔کیونکہ قوموں میں چلی ہوئی غلط رسموں کو توڑناعملاً جب ہی ممکن ہوتاہے جب اس کا عملی مظاہرہ ہو۔حکم ربانی اسی کی تکمیل کے لئے حضرت زینب کے نکاح سے متعلق ہواتھا۔اس تقریر سے بناءبیت اللہ کے ترک اور نکاح زینب پر بارشاد خداوندی عمل کے ظاہری تعارض کاجواب ہوگیا۔

اور ایسامعلوم ہوتاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حکم کی قولی تبلیغ جو سورۃ احزاب کی پہلی آیات میں آچکی ہے اس کو کافی سمجھااور اس کے عملی مظاہرہ کی حکمت کی طرف نظر نہیں گئی،اس لئے باوجود علم وارادہ کے اس کو چھپایا۔اللہ تعالیٰ نے آیات مذکورہ میں اس کی اصلاح فرمائی،اور اس کااظہار فرمایالکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاہیم اذاقضوامنہن وطراً،یعنی ہم نے زینب سے آپ کا نکاح اس لئے کیاتاکہ مسلمانوں پراس معاملے میں کوئی عملی تنگی پیش نہ آئے،کہ منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرسکیں۔

اور زوجنکھا کے لفظی معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کا نکاح آپ سے کردیا۔جس سے معلوم ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو یہ امتیاز بخشاکہ خود ہی نکاح کردیاجو عام

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

شرائط نکاح سے مستثنیٰ رہا، اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ہم نے اس نکاح کا حکم دے دیا اب آپ شرعی قواعد و شرائط کے مطابق ان سے نکاح کر لیں۔ حضرات مفسرین میں بعض نے پہلے احتمال کو ترجیح دی، بعض نے دوسرے احتمال کو۔ اور حضرت زینب کا دوسری عورتوں کے سامنے یہ فرمانا کہ تمہارا نکاح تو تمہارے والدین نے کیا میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا، جیسا کہ روایات میں آیا ہے، یہ دونوں صورتوں میں صادق ہے۔ پہلی صورت میں زیادہ واضح ہے اور دوسری صورت بھی اس کے منافی نہیں۔

شہادت و اعتراضات کے جواب کی تمہید

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدراً مقدوراً، یہ تمہید ہے اس نکاح پر پیش آنے والے شکوک و شبہات کی کہ دوسری ازواج کے ہوتے ہوئے اس نکاح کا اہتمام کس لئے کیا گیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ سنت ہے اللہ کی جو محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں، آپ سے پہلے انبیاء میں بھی جاری رہی ہے، کہ بمصالح دینیہ بہت سی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی، جن میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام زیادہ معروف ہیں کہ داؤدؑ کے نکاح میں سو اور سلیمانؑ کے نکاح میں تین سو بیبیاں تھیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دینی مصالح سے متعدد نکاح کی اجازت ہوئی اور یہ نکاح بھی ان میں شامل ہے تو کوئی وجہ استبعاد نہیں۔ نہ یہ شان نبوت و رسالت کے منافی ہے نہ زہد و تقویٰ کے۔ آخری جملے میں یہ بھی فرمادیا کہ نکاح کا معاملہ بھی عام رزق کی طرح منجانب اللہ طے شدہ ہے کہ کس کا نکاح کس سے ہوگا، تقدیر ازلی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس واقعہ میں حضرت زید اور زینب کے درمیان اختلاف طبائع اور زید کی ناراضی پھر طلاق دینے کا عزم یہ سب اسی تکوینی اور تقدیری امر کی کڑیاں تھیں۔

آگے ان انبیاء علیہم السلام کی خاص صفات کا ذکر ہے، جن کے لئے پچھلے زمانے میں متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت اوپر معلوم ہوئی ہے، فرمایا (آیت) الذین یبلغون رسلت اللہ، یعنی یہ حضرات انبیاء علیہم السلام سب ہی اللہ تعالیٰ کے پیغامات اپنی اپنی امتوں کو پہنچاتے تھے۔

ایک حکمت

شاید اس میں انبیاء علیہم السلام کی کثرت ازواج کی حکمت کی طرف بھی اشارہ ہو کہ ان کے تمام اعمال و اقوال امت کو پہنچنا ضروری ہیں، اور مردوں کا ایک بڑا حصہ وقت کا اپنے زنانے مکان میں عورتوں اور بچوں کے ساتھ گزرتا ہے، اس وقت میں جو کوئی وحی نازل ہو یا خود پیغمبر کوئی حکم صادر فرمادیں یا کوئی عمل کریں، یہ سب امت کی امانت ہے جس کو ازواج ہی کے ذریعہ سے باآسانی امت تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ دوسری صورتیں مشکلات سے خالی نہیں، اس لئے انبیاء کے لئے اگر بیبیاں

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 30, 2026

زیادہ ہوں توان کی خانگی زندگی کے افعال واقوال اوران کی خانگی سیرت عام امت تک پہنچنا سہل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

دوسری صفت انبیاء علیہم السلام کی یہ بیان کی گئی کہ ویخشونہ ولایخشون احداًالا اللہ، یعنی یہ حضرات اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔اس میں یہ بھی داخل ہے کہ بمصالح دینیہ اگران کو کسی کام کی عملی تبلیغ کا مامور کیا جاتا ہے وہ اس میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، اگر کچھ لوگ اس پر طعنہ کریں تو اس سے نہیں ڈرتے[21]۔

خلاصۂ تحقیق

جناب رسول اکرم ﷺ پیغمبر ہونے کے ناطے عصمت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، جس طرح دیگر انبیاء کرام کامل نمونہ بنا کر بھیجے گئے اور کہیں کسی ایک پیغمبر کے بارے میں بھی مخالفت کے باوصف اس کی قوم نے بدکرداری، خواہش پرستی اور شہوت رانی کا الزام نہیں لگایا، اسی طرح رسالت مآب ﷺ کے متعلق بھی مخالفین کی جانب سے ساحر، کاہن اور مجنون وغیرہ کے بے بنیاد الزامات تو لگائے گئے لیکن عفت وپاک بازی کا کوئی الزام تکذیب کے اندیشے سے نہ لگا سکا، کس قدر ظلم ہے کہ آج کے مستشرقین اور روشن خیال لوگ جناب رسول اکرم ﷺ کی ذات پر اس گھناؤنے الزام سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنے ہی کردار کی عکس انھیں انسانِ کامل ﷺ کے کردار میں بھی دکھتی ہے۔آپ ﷺ کے ازدواجِ متعددہ اسی رنگ میں پیش کر کے ان کی کردارکشی کے جواب میں وارثینِ رسول ﷺ نے اپنے مدارکِ عقل کے موافق جدوجہد کی ہے، زیرِ نظر مضمون مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے جوابات کے متعلق ہے۔

نتائج تحقیق

- رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس نفسانی خواہشات اور دنیاوی اغراض سے منزہ تھی؛ اس لیے آپ ﷺ کے تعددِ ازدواج کو عام انسانی خواہشات اور ذاتی مفادات کے تناظر میں دیکھنا درست نہیں۔
- رسول اکرم ﷺ کے تعددِ ازدواج کے پسِ پشت مختلف دینی، معاشرتی، سماجی، معاشی اور تعلیمی حکمتیں کارفرما تھیں، جو آپ ﷺ کی نبوی ذمہ داریوں اور امت کی مصلحتوں سے گہرا تعلق رکھتی تھیں۔
- ازواجِ مطہرات میں سے بعض کے ساتھ نکاح بیواؤں کی کفالت، دلجوئی اور انہیں معاشرتی تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ بنا، جس سے اسلامی معاشرے میں باہمی ہمدردی اور کفالتِ اجتماعی کی عملی مثال قائم ہوئی۔
- بعض نکاحوں کے ذریعے مختلف قبائل اور خاندانوں کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوئے اور باہمی عداوتوں، فاصلے اور قبائلی کشیدگی کو کم کرنے میں مدد ملی۔
- رسول اکرم ﷺ کے بعض نکاح اسلامی معاشرے میں اصلاحِ معاشرہ اور جاہلی رسوم کے خاتمے کا ذریعہ بنے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی بھی عملی طور پر اصلاح و تشریع کا حصہ تھی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 30, 2026

- ازواجِ مطہرات نے دین کے علم اور سنتِ نبوی ﷺ کی حفاظت واشاعت میں نہایت اہم کردار ادا کیا، خصوصاً وہ احکام، معمولات اور گھریلو معاملات جو عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں آسکتے تھے۔
- امہات المؤمنینؓ کی روایات نے امت کو رسول اکرم ﷺ کی نجی اور خانگی زندگی کے متعلق دینی رہنمائی فراہم کی، جس سے شریعت کے متعدد احکام اور سنت کے مختلف پہلو محفوظ ہوئے۔
- تعددِ ازدواج نے مختلف معاشرتی طبقات اور قبائل کو اسلامی معاشرے کے ساتھ جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا اور یوں دعوتِ اسلام کے وسیع تر مقاصد کی تکمیل میں معاون ثابت ہوا۔
- رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی میں معاشی اور معاشرتی کفالت کا پہلو بھی نمایاں ہے؛ چنانچہ بعض نکاح ایسے حالات میں ہوئے جن میں بیوہ یا کمزور طبقے کی سرپرستی اور معاشرتی تحفظ ایک اہم پہلو تھا۔
- ہر نکاح کی اپنی مخصوص حکمت اور پس منظر تھا؛ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے تمام نکاحوں کو کسی ایک عمومی سبب یا مقصد تک محدود کرنا درست نہیں۔
- مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی محمد شفیعؒ کی تحریرات سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کو نبوت، دعوت، اصلاح اور اجتماعی مصلحت کے وسیع تر تناظر میں سمجھنا چاہیے۔
- رسول اکرم ﷺ کے تعددِ ازدواج کے بارے میں پیدا ہونے والے بعض اعتراضات کا بنیادی سبب تاریخی اور دینی پس منظر سے صرفِ نظر اور اسے عام انسانی ازدواجی زندگی پر قیاس کرنا ہے۔
- رسول اکرم ﷺ کے تقدس، پاکیزہ سیرت اور نفسانی خواہشات سے تنزہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے تعددِ ازدواج کا مطالعہ کیا جائے تو اس کے پسِ پردہ حکمت، مصلحت اور خیر کے متعدد پہلو واضح ہوتے ہیں۔
- مجموعی طور پر رسول اکرم ﷺ کا تعددِ ازدواج محض ایک شخصی یا خاندانی معاملہ نہیں تھا، بلکہ اس میں امت کی دینی تربیت، معاشرتی اصلاح، سماجی استحکام، باہمی تعلقات کے فروغ اور سنت کی حفاظت جیسے وسیع مقاصد بھی شامل تھے۔

مصادر و مراجع

[1] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱
[2] جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے: کلکم راع ومسئول عن رعیتہ الامام راع وھو مسئول عن رعیتہ (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن، رقم الحدیث: 853)
[3] سورۃ الروم 21:30
[4] سورۃ یونس 16:10
[5] سورۃ الانعام 33:06
[6] جیسا کہ آیت میں ہے: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم 53:03،04)
[7] فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ (سورۃ الطور 52:29)

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 4 | April 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
April 30, 2026

8 رسول اکرم ﷺ کا جواب ان الفاظ سے منقول ہے: یا عمّ! واللہ لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري، على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله أو أهلك دونه، ما تركته [سید ابو الحسن علی ندوی، السیرة النبویة (دمشق: دار الفکر، اشاعتِ دوازدہم: 1425ھ=2004ء)، ص:188

9 مولانا اشرف علی تھانوی، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ (لاہور: اردو بازار، سن اشاعت: ندارد)، ص: ۱۸۵

10 ان الفاظ کے متعلق امام سخاوی لکھتے ہیں: كنت كنزا لا أعرف فأحببت أن أعرف؛ فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية: إنه ليس من كلام النبي ﷺ، ولا يعرف له سند صحيح [شمس الدین محمد السخاوی، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة (مدینہ منورہ: مکتبة المیمنة، اشاعت اول: 1439ھ=2017)، ج:04ص:139]

11 مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (ترکی: دار الطباعة العامرة، سن اشاعت: 1311ھ)، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر، ج:01ص:65

12 عن عائشة، قالت: دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة، فأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بطعام، فجعل يأكل من الطعام ويضع بين يديها، فقلت: يا رسول الله لا تغمر يديك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن هذه كانت تأتينا أيام خديجة، وإن حسن العهد، أو حفظ العهد من الإيمان، ولما ذكر خديجة أخذني ما يأخذ النساء من الغيرة، فقلت: يا رسول الله قد أبدلك الله بكبيرة السن حديثة السن، فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم قال: ماذ نبي أن رزقها الله مني الولد، ولم يرزقك؟ قلت: والذي بعثك بالحق لا أذكرها بعد هذا إلا بخير [ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبة ابن تیمیة، اشاعتِ دوم: 1415ھ=1994ء)، ج:23ص:14]

13 مولانا اشرف علی تھانوی، اشرف الجواب (کراچی: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت: ندارد)، ص: ۶۹تا۷۴

14 ابو الفدا اسماعیل بن کثیر، السیرة النبویة من البدایة والنهایة (قاہرہ: عیسیٰ البابی الحلبی، سن اشاعت: 1395ھ= 1986ء)، ج:01ص:502

15 مولانا اشرف علی تھانوی، ملفوظاتِ حکیم الامت (ملتان: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ اشاعت: 1425ھ)، ج:۲۰ص:۳۳۱تا۳۳۳

16 مولانا اشرف علی تھانوی، تعدد الازواج لصاحب المعراج (کراچی: مکتبة البشریٰ، سن اشاعت: ۱۴۳۶ھ= ۲۰۱۵ء)، ص:۰۶تا۱۰

17 سورة الاحزاب 32:33

18 مفتی محمد شفیع، سیرت خاتم الانبیاء ﷺ (کراچی: اشرف پبلی کیشنز، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ)، ص:۳۹تا۴۱

19 سورة الاحزاب 52:33

20 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1429ھ= 2008ء)، ج:02ص:290تا294

21 نفسِ مصدر، ج:07ص:533تا536

CC BY